عشق کے قیدی

(قسط:۴)

ظفر جی

پہلی ملاقات

13 اگست... 1952ء... گورنمنٹ ہاؤس کراچی

ہم اس تاریخ ساز بلڈنگ کے سامنے کھڑے تھے جو سو سالہ برٹش راج کی یادگار ہے۔ یہ وہی بلڈنگ ہے جہاں کبھی حضرت قائداعظم، گورنر جنرل کی حیثیت سے بیٹھا کرتے تھے۔ میں بڑے کالر والی شرٹ اور کھلے پائنچوں والی تنگ پتلون میں "مارک ٹیلی" لگ رہا تھا اور چاند پوری تنگ پاجامہ، شیروانی اور قراقلی ٹوپی پہنے آغا حشر کاشمیری۔ ہمارے علاوہ یہاں اور بھی اخبار نویس آئے ہوئے تھے۔ آنکھوں پر موٹے فریم کے چشمے ٹکائے، ہاتھوں میں پنسل اور ڈائریاں تھامے اور گلے میں ڈبہ کیمرہ لٹکائے مختلف جرائد کے صحافی بھی کھڑے تھے۔ کچھ ہی دیر بعد ایک ٹرام سڑک پر آ کر رُکی اور اُس سے مجلسِ عمل تحفظ ختم نبوت کے صدر مولانا ابوالحسنات، ماسٹر تاج الدین انصاری، شیخ حسام الدین، مولانا مرتضیٰ احمد میکش اور مولانا عبدالحامد بدایونی نیچے اترے۔ یہ وفد گورنمنٹ ہاؤس کے صدر دروازے کی جانب چلا تو اخبار نویس بھی پیچھے پیچھے لپکے۔ ایک سنتری نے مولانا ابوالحسنات کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی پرچی دیکھی اور ایک دستار پوش اُردلی کو ہمارے ہمراہ کرتے ہوئے ہاؤس کا آہنی گیٹ کھول دیا۔ اُردلی ہمیں مختلف برآمدوں اور راہداریوں سے گزارتا ہوا ایک پرانی طرز کے آفس میں لے آیا۔ جہاں لکڑی کی کرسی پر ایک شریف قسم کا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اٹھ کر نہایت گرم جوشی سے ہمارا استقبال کیا اور سامنے پڑی کرسیوں کی طرف اشارہ کر دیا۔ عاشقانِ پاک طینت کرسیوں پر تشریف فرما ہوئے اور اخباری نمائندگان پیچھے پڑے لکڑی کے سٹولوں پر بیٹھ گئے۔ پرسش احوال ہوئے تو میں نے چاند پوری کے کان میں سرگوشی کی:

"وزیرِ اعظم صاحب کب تشریف لائیں گے؟؟ "

انہوں نے مجھے حیرت و استعجاب سے گھورا پھر مسکراتے ہوئے کہا:

"سامنے ہی تو بیٹھے ہیں.... خواجہ ناظم الدین صاحب "

اب حیران ہونے کی باری میری تھی۔ میں نے پہلی بار آنکھیں کھول کر قائدِ اعظم کے دستِ راست، تحریک پاکستان کے اہم کارکن، پاکستان کے دوسرے گورنر جنرل جناب خواجہ ناظم الدین کو دیکھا جو لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد وزارتِ عظمیٰ کی کرسی پر جلوہ افروز ہوئے تھے۔ پھر اس سادہ و پُر وقار آفس کے در و دیوار پر نظر ڈالی۔ فرنیچر پرانی طرز کا، لیکن دیدہ زیب تھا۔ پس منظر میں قائداعظم کا خوبصورت پورٹریٹ اور ایک کونے میں اُس نو آزاد ریاست کا رنگین نقشہ آویزاں تھا،

جوایک روز پہلے اپنی پانچویں سالگرہ منا چکی تھی۔

"ملونا ساب.... پائلے یہ بتائیے....سائے منگواؤں یا سربت "وزیرِاعظم نے ٹھیٹ بنگالی لہجے میں کہا۔

"ٹھہریے....وزیرِاعظم صاحب.....ہم یہاں چائے شربت پینے نہیں آئے۔"مولانا ابوالحسنات بول پڑے۔

"سیک ہے سیک ہے.....کیا بولتا ہے....؟؟ "

"ملک خطرے میں ہے،اسے بچانے میں ہماری مدد کیجئے"مولانا ابوالحسنات نے ارشاد کیا۔

" مُولک کھترے میں؟وہ کائسے ؟....سب ٹھیک ٹھاک ہے ناں؟؟"وزیرِاعظم ایک دم پریشان ہوگئے۔

"سب ٹھیک ٹھاک ہوتا تو ہم آپ کے پاس آتے ہی کیوں.....یہ ملک اسلام کے نام پر بنا تھا.....لا الہ الا اللہ کے نعرے پر حاصل کیا گیا تھا.....اس کی بنیادیں لاکھوں شہداء کے خون سے تر ہوئی تھیں....ہزاروں عصمتیں لُٹی تھیں....یہ سب کچھ اس لئے نہیں کیا گیا تھا کہ ایک آزاد ریاست حاصل کر کے اس پر مرزائیت مسلّط کر دی جائے۔"

"لیکن...مؤلک میں امن وامان تو ایک دم بڑھیا ہے ناں؟؟"وزیرِاعظم نے ٹیبل پر رکھی گھنٹی بجاتے ہوئے کہا۔

"امن وامان ضرور اچھا ہے،لیکن یہ خاموشی ایک بہت بڑے طوفان کا پیش خیمہ ہے۔ "

" کیا ہوا؟ کائسا طوفان؟؟ "

"آپ نے مولانا اختر علی خان سے ایک وعدہ کیا تھا....سر ظفر اللہ کو اُن کے عہدے سے برطرف کرنے کا۔ "

" ہاں یاد ہے....بروبر،یاد ہے...."وزیرِاعظم نے کہا۔

"ہم اسی وعدے کی یاددہانی کرانے آئے ہیں....."

"ہم نے بات جرور کیا تھا....لیکن اختر علی خان نے یہ خبر پیپر میں ساپ کے....معاملہ جو ہے ناں....ایک دم چَوپٹ کر دیا ہے ....حالات اب پائلے زیسے نہیں رہے۔ "

"یعنی آپ سر ظفر اللہ خان کو وزیرِ خارجہ کے عہدے سے برطرف کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ "

"جفر اللہ کو میں نے نہیں،بانی پاکستان نے وَجیرِ خارجہ بنایا تھا۔"وزیرِاعظم نے کہا۔

"اور قائدِ کا پاکستان آج ظفر اللہ خان کے ہاتھوں ہی خطرے کا شکار ہے۔قائداعظم حیات ہوتے ،تو وہ بھی یہی فیصلہ فرماتے.....۔ "

"لیکن.....مسئلہ کیا ہے سر جفر اللہ سے؟؟"وزیرِاعظم نے معصومیت سے دریافت کیا۔

" کوئی ایک مسئلہ؟؟....جنابِ وزیرِاعظم !! ظفر اللہ خان بحیثیّت وزیرِ خارجہ قادیانیوں کے مذہبی اجتماعات میں شریک ہوتا

ہے، ایک ایک مشورے کے لیے مرزا بشیر الدین محمود کے پاس ربوہ بھاگا چلا جاتا ہے، غیر ملکی سفارت خانوں میں دھڑا دھڑ مرزائی تعیّنات کر رہا ہے، سرکاری دفاتر میں ہر اُونچی پوسٹ پر مرزائی بٹھا رہا ہے، دفتروں میں کھلم کھلا قادیانیّت کی تبلیغ ہو رہی ہے.... یہ ہے اسلامی جمہوریہ پاکستان؟؟.....جس کے لیے راوی و چناب کا پانی لہو سے سُرخ کیا گیا تھا؟؟ "

وزیرِ اعظم نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی اور کہا:

"ریاؤست کی مزبُوری ہے....مرزائی حجرات پڑا لکھا اے....تالیم یافتہ ہے....کیا بولے گا؟....انہیں ایک دم...دفتروں سے کائسے کھلاس کرے گا....؟؟ "

"سب سے زیادہ پڑھا لکھا تو انگریز تھا جناب .....اسے سر پر بٹھائے رکھتے ....ایک اسلامی ریاست کے نام پر ہماری نسلیں کٹوانے کی کیا ضرورت تھی....؟؟"

"وہ تو سب بروبر ہے....ابھی نیا نیا آجادی ملا ہم کو....آہستہ آہستہ سب سیک ہو جائے گا؟"

" لیکن ہم چاہتے ہیں کہ ہماری نسلیں کسی قادیانی فرشتے ''ٹیچی ٹیچی'' کی بجائے ....آسمانی فرشتے جبرئیلِ امین کا لایا ہوا قرآن پڑھیں....مرزا قادیانی کی بجائے محمد رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھیں....جو اِن حالات میں ناممکن ہوتا جا رہا ہے.... جب ایک شخص قادیانیت کا کلمہ پڑھتا ہے تو اُس کے پیچھے پورا خاندان گمراہی کا شکار ہو جاتا ہے...؟؟"

وزیرِ اعظم خاموش ہو گئے۔

"یہ رہے ہمارے مطالبات،" مولانا ابوالحسنات نے ایک کاغذ وزیرِ اعظم کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

" قادیانیوں کو فی الفور غیر مسلم قرار دیا جائے، ظفر اللہ خان سے وزرات خارجہ کا قلمدان واپس لیا جائے اور ربوہ کا نوگو اَریا ختم کر کے وہاں بے گھر مہاجرین کی آبادکاری کی جائے۔ "

"دیکھیں....جہاں تک قادیانیوں کو غیر مسلم بنانے کا موسئلہ ہے....تو ہم اس فیصلے کا اختیار نہیں رکھتا۔ یہ فیصلہ کو بینہ ہی کر سکتی اے ...کیا بولے گا؟ "

"اور ربوہ کی زمین....؟"ابوالحسنات نے دریافت کیا۔

"وہ صوبوئی گورنمنٹ کا موسئلہ ہے۔"

"ظفر اللہ کو برخواست کرنے کا اختیار تو ہے ناں آپ کے پاس؟"

"ایک دم بروبر....لیکن کیا ہے کہ....فی الحال ہم یہ اختیار اِستعمال نئیں کر سکتا۔"وزیرِ اعظم نے بے بسی سے جواب دیا۔

"آخر کیوں....؟؟"مولانا ابوالحسنات اور ماسٹر تاج الدین صاحب یک زبان ہو کر بولے۔

"امریکی امداد بند ہو جائے گا....!!!"وزیرِاعظم نے سادگی سے کہا۔

"لاحول ولا قوۃ الا باللہ .... ہم تو سمجھے تھے کہ پاکستان کا رازق اللہ ہے ....آج معلوم ہوا کہ امریکہ ہے ۔"

مولانا ابوالحسنات نے جواب دیا۔

وزیرِاعظم نے ایک سرد آہ بھری پھر ایک فائل کھول کر اُس کی ورق گردانی کرتے ہوئے بولے:

"آپ سائے پئے گا یا سربت.....؟؟؟ "

صبر و رضائے عشق

16 جنوری....1953....نسبت روڈ لاہور

تاحدِ نظر انسانوں کا سمندر تھا۔ ہر طرف سر ہی سر نظر آ رہے تھے۔علماء کرام کے خطاب کے لئے ایک اونچا پلیٹ فارم بنایا گیا تھا۔سٹیج کی داہنی جانب کچھ آبادی تھی۔ہم جلسہ گاہ پہنچے تو لوگ جلسہ چھوڑ کر گیس بتیاں اٹھائے آبادی کی طرف دوڑتے دکھائی دیے۔کچھ دُور ایک مکان کے قریب بتیاں ہی بتیاں نظر آئیں۔لوگ ادھر ہی جمع ہو رہے تھے۔

"اُدھر کیا ہوا ہے بھائی ؟"چاند پوری نے ایک لڑکے سے پوچھا

"پھڈّا ہو گیا اے....پھڈّا"یہ کہتے ہوئے اس لڑکے نے بھی آبادی کی طرف دوڑ لگا دی۔

"یاالٰہی خیر"میرے منہ سے نکلا۔

اس طرف واقعی کچھ گڑبڑ تھی۔ہم بھی ادھر لپکے،تاکہ بلوے کی وجہ معلوم کر سکیں۔

"بابا جی کیا ہوا ہے ادھر؟؟رش کیوں ہے؟؟"میں نے ایک بزرگ کو متوجّہ کیا۔

"پُت....کا کی دا سر پاڑ دِتّا کسے نے.."

(بیٹا!کسی نے بچی کا سر زخمی کر دیا ہے۔)بابا نے مُختصر اجواب دیا۔

" سر پاڑ دِتّا ؟؟ کِس نے؟؟"

(سر زخمی کر دیا!کس نے)

"کسّے مَرجئ ملُون نے وٹّا ماریا....."

(کسی مرزائی نے پتھر مارا ہے)

ہم مجمع سے ٹکراتے ، دھکّے کھاتے آخر میں جائے وقوعہ تک پہنچ ہی گئے۔یہاں ایک بزرگ پھول سی بچّی اٹھائے کھڑے تھے۔جس کے سر سے مُسلسل خُون بہہ رہا تھا۔بچّی کی دلدوز چیخیں لرزا دینے والی تھیں۔

"استغفر اللہ العظیم....توبہ توبہ!!!" میں زیرِ لب بڑ بڑایا۔

"بھائی صاحب...کیا ہوا بچّی کو؟؟" چاند پوری نے ایک شخص سے صورتِ حال جاننا چاہی۔

"سامنے مرزائیوں کا گھر ہے....وہاں سے جلسے پر پتھراؤ ہوا ہے....ایک پتھر بچّی کو لگ گیا ہے۔" آدمی نے مختصر روئیداد سنائی۔

تحریکِ ختم نبوت 1953ء میں بہنے والا یہ پہلا خون تھا۔ میں حیران تھا کہ اتنا بڑا مجمع ابھی تک شانت کیوں کھڑا ہے؟ صبح سے شام تک تحریک کے فلک شگاف نعرے لگانے والے کارکن اس درندگی پر خاموش کیوں ہیں؟ مرزائیت کے خلاف لاکھوں کا جلسہ ہو، جلسہ گاہ کے قریب ایک مرزائی کا مکان ہو، اُس کے مکان سے شرکائے جلسہ پر پتھراؤ کیا جائے اور مسلمان منہ میں گھگھنیاں ڈالے خاموش کھڑے رہیں ؟ صرف پانچ منٹ میں اس مکان کو مکینوں سمیت ملیا میٹ کیا جاسکتا تھا۔ میں حیرت سے سوچنے لگا کہ ان لوگوں کا اسلام کتنا" کمزور" ہے اور ہمارا کتنا طاقتور!!!!

جن کے سروں پر سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ جیسا شعلہ بیاں مقرر، کالے بادل کی طرح گرجتا ہو، سیّد ابوالحسناتؒ جیسا ولی جنہیں نمازِ عشق پڑھاتا ہو، مولانا احمد علی لاہوری جیسا جری سالار جن کے شانے تھپتھپاتا ہو، تاج الدین انصاری، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا غلام محمد ترنّم اور مظفّر علی شمسی، جیسے خطیب جن کا لہو گرماتے ہوں، مودودی جیسا صاحبِ قلم جن کے لئے الفاظ تراشتا ہو، عبدالستار نیازی جیسا مجاہدِ ملت غلامیٔ رسول ﷺ کا درس دیتا ہو، مولانا اختر علی خان جیسا صحافی جن کی روئیداد چھاپتا ہو، وہ ہماری طرح کے سر پھرے مسلمان کیوں نہ بن سکے؟؟؟

زخمی ہونے والی بچّی اپنے بوڑھے باپ کے کندھے پر سر دھرے خاموش ہو چکی تھی۔ شاید بے ہوش تھی یا شہادت کا جام پی چکی تھی۔ اس کے سر سے بہتا ہوا خون باپ کی سفید قمیص کو رنگین کر چکا تھا اور وہ بزرگ راہِ عشقِ مصطفیٰ ﷺ میں اپنی کُل متاع لُٹا کر بڑے اطمینان سے مجمع سے باہر جا رہا تھا۔ اتنے میں مولانا ابوالحسنات اور حافظ کفایت حسین بھیڑ کو چیرتے ہوئے پلیٹ فارم تک آن پہنچے۔ مجھے خیال ہوا کہ مجمع شاید قائدین کا ہی انتظار کر رہا تھا۔ مجھے قوی امید تھی کہ سالارانِ ختمِ نبوت آج اپنی تقریر میں اس خونِ ناحق کے انتقام کا ضرور اعلان کریں گے اور آج کی یہ رات ذریّتِ مرزا پر بہت بھاری ہوگی۔

سپیکر پر مولانا ابوالحسنات کی آواز گونجی:

"تمام لوگ مکان کا گھیراؤ چھوڑ کر یہاں آجائیں.......میں سیّد احمد قادری ختمِ نبوت کے صدقے.....آپ سب سے درخواست کرتا ہوں کہ اِدھر تشریف لے آئیں....طائف میں پتھّر کھا کر دعا دینے والے نبی ﷺ کی امّت.... یہاں آجائیے....ختمِ نبوت کے پروانو...غُصّے اور ذاتی اشتعال پر چلنے والی تحریکیں کبھی کامیاب نہیں ہوتیں.... یہ بہت جلد حکمرانوں کا کھلونا بن جاتی ہیں.... یہ کوئی جائیداد یا اقتدار کا جھگڑا نہیں ہے....اصول کی جنگ ہے....اصول سے ہی لڑی جائے گی....عاشقانِ رسول ﷺ پتھر مارتے نہیں، پتھر کھاتے ہیں....خُدا کی قسم اس تحریک کے سب علماء کا مشترکہ فیصلہ ہے...کہ کسی مرزائی کی نکسیر بھی پھوٹی....تو ہم اُسی وقت یہ تحریک ختم کر دیں گے....شانت ہو جائیے.... یہاں آجائیے....سٹیج کے پاس تشریف لے آئیے !!!! "

لوگ آنکھوں سے بہتے آنسو صاف کرتے ہوئے سٹیج کی طرف آنے لگے۔ میں اس قافلۂ عشق و مستی کے صبر و رضا کو دیکھ کر حیرت کے سمندر میں ڈوب گیا۔ کیا یہی ہمارے اکابر تھے؟؟ یا ہم جرمن نازیوں کی بھٹکی ہوئی وہ بدرُوحیں ہیں جو مسلمان کا شناختی کارڈ بنوا کر اُن بزرگوں سے چمٹی ہوئی ہیں؟؟ انہیں کس بات کا ڈر تھا؟ پوری قوم ان کی پُشت پر کھڑی تھی۔ عجب صابر لوگ تھے۔ چاہتے تو ایک پھونک مار کر مرزائیت کا بُت پاش پاش کر سکتے تھے۔ جن کی ہڑتال پر لاہور کے پرندے بھی گھونسلوں میں دُبک کر بیٹھ گئے تھے، اب وہ کس بِرتے پر فاختہ کی طرح پر سمیٹے بیٹھے تھے...؟؟ شاید اس لئے کہ یہ سچّے عاشق تھے۔ دنیا کا چلن اور ہے اور عِشق کی سج دھج کچھ اور۔ دنیا کے ضابطے اور ہیں اور عشق کے قواعد وضوابط کچھ اور۔ دنیا کچوکے لگا کر خوش رہتی ہے اور عاشقانِ صادق زخم کھا کر پھولے نہیں سماتے!!! عشق سینہ زوری کا نہیں، صبر و رضاء کا نام ہے۔ یہاں ہر گھڑی نگاہیں درِ یار کی طرف ہی اٹھتی ہیں، یار، راضی تو سَتّے خیراں، محبوب روٹھ گیا تو کچھ بھی باقی نہ بچا۔ ایک نعت خوان رب کے سچّے محبوب ﷺ کے سامنے احوالِ درد دِل پیش کررہے تھے۔ لاہور کی اس سرد رات میں عشق کی حرارت سے مجمع پگھل رہا تھا اور آنکھیں اشکبار ہو رہی تھیں:

یا شفیعِ اُمم ، لِلّٰہ کر دو کرم ، شالا وسدا رہوے تیرا سوہنا حرم
ہم غلاموں کا رکھنا خدارا بھرم ، شالا وسدا رہوے تیرا سوہنا حرم
کس کو جا کر کہیں تاجدارِ حرم ، گھیرا ڈالے ہوئے ہیں زمانے کے غم
دور ہو جائیں غم یا شہِ محترم ، شالا وسدا رہوے تیرا سوہنا حرم

جاری ہے

markaz e ahrar for place.JPG not found.